۱	عرش گرنے لگا فرش ہلنے لگا
۲	لکھا ہے کہ انصار جو سب ہو چکے قرباں
۳	دکھیا بانو چلاوت ہے اصغر کا ہم سے چھڑائے لیو
٤	حاکم نے لکھا شام کے لشکر کو سنانا
٥	کیا بتائیں کہ زینب کی کیا شان ہے
٦	گہوارہ سے حسین جو اصغر کو لے چلے
۷	لے کے ایک قافلہ غم زدہ ساربان چل رہا ہے

عرش گرنے لگا فرش ہلنے لگا دو جہاں غم کے سانچے میں ڈھلنے لگے

عرش گرنے لگا فرش ہلنے لگا دو جہاں غم کے سانچے میں ڈھلنے لگے
گرم ریتی پہ جس وقت سبط نبی گر کے گھوڑے سے کروٹ بدلنے لگے

یاد آنے لگا شہ کو دوش نبی ماں کی آغوش زانوئے پاک علی
دل الجھنے لگا زخم پھٹنے لگے خون بہنے لگا اشک ڈُھلنے لگے

بہکی بہکی ہوا سہمی سہمی فضا تھرتھراتی زمیں کانپتا آسماں
شاہ اٹھنے لگے تیغ کھینچے لگی قبلہ رخ جب ہوئے تیر چلنے لگے

کند خنجر لئے شمر آگے بڑھا شہ نے سجدہ کیا بس غضب ہوگیا
کلمہ ء لاالہ پڑھتے پڑھتے شہا ذبح ہونے لگے خون ا گلنے لگے

دیکھتے رہ گئے مصطفی مرتضی فاطمہ اور حسن انبیا اوصیا
اور اِدھر اشقیا لاش پاک شہا بے خطر مرکبوں سے کچلنے لگے

آئی مقتل سے یہ فاطمہ کی صدا ہائے بیٹا میرا ذبح پیاسا ہوا
جب یہ نالہ سنا اہل بیت شہا خیمگاہوں سے باہر نکلنے لگے

اس طرف غم ہی غم اور ادھر عید تھی بیکسی بے بسی قابل دید تھی
فوج دھسنے لگی لوٹ مچنے لگی دم الجھنے لگے خیمے جلنے لگے

ایک محشر بپا بزم میں ہوگیا درد کا ماجرا جس نے بھی یہ سنا
دل تو دل ہے اسد درد کی ہے یہ حد سوزشِ غم سے پتھر پگھلنے لگے

لکھا ہے کہ انصار جو سب ہو چکے قرباں

لکھا ہے کہ انصار جو سب ہو چکے قرباں
تاراجِ خزاں ہو گیا زہرا کا گلستاں
اور ذبح کیئے جا چکے سلطانِ غریباں
کربل کی زمیں بن گئی سب گنج شہیداں
سر نیزوں پہ لے آئے اسیروں کے چڑھا کر
لاشوں کو بھی پامال کیا گھوڑے دوڑا کر

ایک حکم ہوا فوج سوئے خیمہ بڑھاؤ
جو کچھ کہ زر و مال ہے سب لوٹ کے لاؤ
سیدانیوں کو شہر میں سر ننگے پھراؤ
کاٹے ہوئے سر جا کے یتیموں کو دکھاؤ
ناشاد کو آج اور بھی ناشاد کرو تم
فریاد کرے کوئی تو بے داد کرو تم

بانو سے کہو روئے نہ اکبر کو خبردار
اک شب کی دؤلہن پیٹے نہ نوشاہ کو زنہار
اشکوں کے نظر آئے نہ کچھ آنکھوں میں آثار
کہہ کر نہ پکارے کوئی عباسِ علمدار
ظاھر نہ کرے آج کوئی دل کی لگی کو
چلائے نہ کوئی بھی حسین ابن علی کو

گر آہ کرے کوئی تو خوب اسکو سزا دو
جس لب پہ ہو فریاد گلا اسکا دبا دو
جو سینہ زنی کرتا ہو ھاتھ اسکے اڑا دو
سر بھائی کا کاٹا ہوا زینب کو دکھادو
اک رسی سے دو باندھ ہر عورت کی کلائی
بس دے نہ کوئی آج محمد کی دہائی

یہ حکم کہ پاتے ہی وہ باطل کے پرستار
مکار ریاکار جفاکار سیاہ کار
اشرار ستم گار جفا پیشہ و غدار
خیموں کی طرف بڑھ گئے یک بار کی سردار
کہتے تھے جو کچھ ہو نہ سکا آج کرینگے
شبیر کے خیموں کو بھی تاراج کرینگے

فضہ نے کہا روکے یہ ہر اہل جفا سے
بے دینوں ستم گاروں ڈرو قہر خدا سے
آؤ نہ اِدھر خوف کرو روز جزا سے
اِس گھر کا تو پایا ہے فزوں عرشِ علا سے
کی حور و ملائک نے سدا اسکی ہے تکریم
جبریلِ امیں کرتے ہیں اس کنبے کی تعظیم

اس بات کو لیکن نہ کوئی دھیان میں لایا
سب ظلم کیئے اُس پہ ستم اور بھی ڈھایا
سجاد کے پہلو سے سکینہ کو ہٹایا
لپٹا ہوا تھا باپ سے باقر وہ چھڑایا
ظالم عمرو سعد شقی بڑھکے پکارا
اب لاؤ تو ہے کون مددگار تمہارا

قاسم ہے کدھر اکبر دلگیر کہاں ہے
وہ سرور کونین کی تصویر کہاں ہے
عباس کہاں اسکی وہ شمشیر کہاں ہے
لاؤ تو ذرا حضرتِ شبیر کہاں ہے
غازی و دلاور کسی جرار کو لاؤ
گر کوئی نہیں عابدِ بیمار کو لاؤ

اتنے میں لعیں نے قدم اور آگے بڑھایا
بھالے کی انی تان کے بچوں کو ڈرایا
اور زینب و کلثوم کو بانو کو بلایا
القصہ ہر اک بی بی کو بے پردا کرایا
کہنے لگا اب خیموں کو بھی آگ لگادو
گھوارا جو اصغر کا ہے اسکو بھی جلادو

اعدا کو سکینہ حرمِ پاک میں پاکر
کہنے لگی یوں ننھے سے ہاتھوں کو اٹھا کر
اے شمر جو دل چاہے تیرا جور و جفا کر
چادر کو مگر بیوؤں کے سر سے نہ جدا کر
در در نہ پھرا زہرا کی تصویر کو ظالم
بیڑی نہ پہنا عابد دلگیر کو ظالم

میں یہ نہیں کہتی کہ نہ خیموں کو جلانا
میں یہ نہیں کہتی کہ طمانچے نہ لگانا
میں یہ بھی نہیں کہتی مجھے پانی پلانا
کہتی ہوں تو یہ کہتی ہوں میں تو نے جو مانا
اک بار مجھے بابا کی چھاتی پہ لٹادے
اور لاشہء اصغر میرے سینے سے لگادے

اللہ میری بےکسی اے وائے یتیمی
یاں صبر کی حد تھی نہ وہاں ظلم کی حد تھی
القصہ گرفتاری ہوئی اہل حرم کی
پہنائی گئی عابدِ بیمار کو بیڑی
سیدانیوں کے سامنے خیموں کو جلایا
سر ننگے ہر اک بی بی کو اونٹوں پہ چڑھایا

عابد نے کہا میں تو کئی دن سے ہوں بیمار
چلنے کی نہ ہمت ہے نہ ہے طاقت گفتار
ہاتھوں میں مہار اؤنٹوں کی زنجیر کا بھی بار
پاؤں میں ہے بیڑی تو گلے لوہے کا اک ہار

چلنا مجھے دشوار ہے بیمار ہوں ظالم
کوڑے نہ مجھے مار میں لاچار ہوں ظالم

دُکھیا بانو چلاؤت ہے اصغر کا ہم سے چھڑائے لیو

دُکھیا بانو چلاؤت ہے اصغر کا ہم سے چھڑائے لیو
اے کربل ہم کا لوٹ لیو جی بھر کے ہائے ستائے لیو

اے لال ہوئے کیوں مجھ سے خفا بتلاؤ تو اصغر میری خطا
یہ سچ ہے تمہیں پانی نہ ملا مجبور مگر تھی یہ دکھیا
کیوں بن میں ماں کو چھوڑ گیو اور آپن گور بسائے لیو

بیٹا علی اکبر سن لو ذرا کچھ دھیان ہے چھوٹے بھائی کا
کم سن ہے ابھی یہ ماہ لقا ہے رات بھیانک اور صحرا
گر نیند سے ڈر کر چونک پڑے تم دھر کر ہاتھ بہلائے لیو

چھ ماہ کے سن میں دودھ چھوٹا ماں چھوٹ گئی چھوٹا جھولا
گردن پہ ستم کا تیر لگا اُف چلو بھر پانی نہ ملا
اس ننھے سے سن میں اے بیٹا تم کیا کیا رنج اٹھائے لیو

وہ سوز عطش وہ پھول سی جاں وہ سوکھے لب وہ خشک زباں

وہ تیر چلا کر کے وہ کماں ہمت پہ تیری سب تھے حیراں

ھنستے ہوئے اے پیاسے اصغر تم تیر گلے پر کھائے لیو

ہے رات بھیانک نور نظر ، اور سونا جنگل اے دلبر

چین آئیگا بن ماں کیونکر غربت پہ تیری پھٹتا ہے جگر

تنہائی میں جب دم گھبرائے ماتا کو پاس بلائے لیو

کیا شوقِ شہادت تھا اصغر تھے دیر سے جھولے میں مضطر

حسرت کی نظر تھی سوئے پدر کھائی نہ ترس مجھ دکھیا پر

آغوش میری وِیراں کرکے جنگل کی گود بسائے لیو

حاکم نے لکھا شام کے لشکر کو سنانا

حاکم نے لکھا شام کے لشکر کو سنانا پانی نہ پلانا
اے شمر ہے دشمن میرا احمد کا گھرانا پانی نہ پلانا
شبیر کے لشکر کا کرؤ خاتمہ یارو سر تن سے اُتارو
رگ رگ کا لہو کاٹ کے ریتی پہ بہانا پانی نہ پلانا
عباس علمدار ہے شبیر کا بھائی گر ہووے لڑائی
ہشیار خبردار ذرا کچھ خوف نہ کھانا پانی نہ پلانا
دو بھانجے شبیر کے ہیں عون و محمد زینب کے وہ دلبند
ان دونوں کے سر کاٹ کے نیزے پہ چڑھانا پانی نہ پلانا
اٹھارہ برس کا ہے جواں ہم شکل پیمبر نام اسکا ہے اکبر
اس چاند سی تصویر کو مٹی میں ملانا پانی نہ پلانا
میں سنتا ہوں شبیر کا ایک چھوٹا ہے بچہ سن اسکا ہے شش ماہ
پانی کے عوض اسکو بھی اک تیر لگانا پانی نہ پلانا
عبداللہ جو نوشاہ ہے وہ لال حسن کا اور شہ کا بھتیجا
لاش اسکی بھی سب گھوڑوں سے پامال کرانا پانی نہ پلانا

اور فاطمہ کے لال کو سب حلقے میں گھیرو پیاسا انھیں مارو
اور جلتی ہوئی ریت پہ گھوڑے سے گرانا پانی نہ پلانا
موقوف ہو کاش کہ لشکر کی لڑائی سب شہ کی کمائی
ایک آن میں پھر لوٹ کے خیمے کو جلانا پانی نہ پلانا
شبیرؑ کا بیٹا ہے جواں سید سجاد سنو ایک نہ فریاد
ایک طوق گراں ڈال کے کانٹوں پہ چلانا پانی نہ پلانا
زینب جو اگر شام کے بازاروں میں آئے کچھ خوف نہ کھائے
بے مقنع و چادر اُسے بازار پھرانا پانی نہ پلانا

عترت نبی جان مرتضی خواہر حسین بنت فاطمہ
کیا بتائیں کے زینب کی کیا شان ہے
قافلہء حسینی کی یہ آن ہے

گذرے نانا نبی صبر کرتی رہی
ماں کی میت اُٹھی صبر کرتی
دیکھا زخم علی صبر کرتی رہی رہی
اور حسن سے چھٹی صبر کرتی رہی

آج درپیش کربل کا میدان ہے

قتل عباس کی دھوم بھولی نہیں
زخم اکبر وہ مظلوم بھولی نہیں
ننھے اصغر کا حلقوم بھولی نہیں
اپنے بچے وہ معصوم بھولی نہیں

چہرہ اُترا ہوا دل پریشان ہے

جتنا دُکھ دے سکے ظالموں نے دیا
چھلنی چھلنی دِل سیدہ ہو گیا
سامنے اُسکے بھائی کو ذبح کیا
سجدے میں شمر نے سر جدا کر دیا

آج دنیا ہوئی اُسکی ویران ہے

پوچھو زینب سے جب ماں کی کھیتی لٹی
پوچھو زینب سے جب کربلا سے چلی
پوچھو زینب سے جب سر سے چادر چھنی
پوچھو زینب سے جب رسیو میں بندھی

دیکھا جس نے جفاؤں کا طوفان ہے

عرض کرتی تھی اے مالک ذو المنن
سب گوارہ ہے لیکن نہ ہوگا سہن
کیسے چھوڑوں حسین کو میں بے کفن
بے ردا ہوں میں بھائی میرا خستہ تن

جلتی ریتی پہ بے گور سلطان ہے

جانے شبیر رتبہء بنت علی
یا برہان الہدی اِنکا داعی ولی
کر جمالی جو سب سے دعا ہے بھلی
انکی عمر ہو صحت سے پھولی پھلی

جن کے دم سے عزا کا گلستان ہے

گہوارے سے حسین جو اصغر کو لے چلے
ہاتھوں پہ رکھ کے فدیہ ء داور کو لے چلے
بادل میں شام کے مہ انور کو لے چلے
چلائی ماں کہاں میرے دلبر کو لے چلے

فارغ ابھی نہیں ہوئی اکبر کے داغ سے
کچھ روشنی ہے گھر میں میرے اس چراغ سے

للہ میرے گل کو نہ خاروں میں لے کے جاؤ
ننھی سی جان کو نہ ہزاروں میں لے کے جاؤ
اک مور ناتواں کو نہ ماروں میں لے کے جاؤ
بے شیر کو نہ تیغوں کی دھاروں میں لے کے جاؤ

جنگل میں لے نہ جاؤ یہ نازوں کا پالا ہے
میں نے انہیں ابھی نہیں گھر سے نکالا ہے

جھولے سے کیوں اٹھا لیا دکھتا ہے میرا دل
سوتے سے کیوں جگا لیا دکھتا ہے میرا دل
چادر میں کیوں چھپا لیا دکھتا ہے میرا دل
سینے سے کیوں لگا لیا دکھتا ہے میرا دل

وسواس مجھ کو آتا ہے کیا دیکھتے ہیں آپ
کیوں بار بار اس کا گلہ دیکھتے ہیں آپ

گذری میں پانی سے اسے لے کے نہ جائیے
پیاسا ہی جی رہے گا نہ پانی پلائیے
اس کی تو شکل بھی نہ کسی کو دکھایئے
اس غنچہ لب کو یہاں نہ ہوا بھی لگایئے

احسان ہوگا آپ کا مجھ دل ملول پر
میں واری اس کو بھیج دو قبر رسول پر

بانو کے اس بیان سے گھبرائے شاہ دیں
آخر قریب فوج کے لے آئے شاہ دیں
بچے کو رکھ کے ہاتھوں پہ چلائے شاہ دیں
یاروں سمجھ لو جو تمہیں سمجھائے شاہ دیں

کچھ تو خیال چاہیئے ننھی سی جان کا
بتلاؤ کیا قصور ہے اس بےزبان کا

یہ سن کے حرملہ نے اٹھایا کمان کو
اور ٹاکا خطا شعار نے ننھی سی جان کو
مارا خدنگ شاہ کے ابرو کمان کو
ہے ہے مٹایا بانو کے نام و نشان کو

چلائی موت ہائے نہ تجھ کو امان دی
بچے نے سہم سہم کے ہاتھوں پہ جان دی

شہ نے سوائے شکر زباں سے نہ کچھ کہا
چاند اپنا زیر خاک چھپایا بصد بکا
تربت سے اٹھ کے آپنے خیمے کا رخ کیا
لیکن قدم نہ آگے کو اٹھتے تھے مطلقا

کہتے تھے کیا کہوں گا جو بچے کو مانگے گی
بانو ضرور ہنسلیوں والے کو مانگے گی

پہنچے غرض کہ تا در خیمہ بحال زار
آئی جو بانو دیکھ کے شرمائے بار بار
گردن جھکا کے کہنے لگے شاہ نامدار
لو شہربانو بن گیا اصغر کا بھی مزار

ناسور پڑ گیا ہے دل درد ناک میں
بانو تیری کمائی ملی آج خاک میں

بانو وہ تیرا ہنسلیوں والا گذر گیا
بانو وہ تیرے گود کا پالا گذر گیا
بانو وہ تیرے گھر کا اجالا گذر گیا
بانو وہ تیرا جھولنے والا گذر گیا

نہ اب وہ چونکتے ہے نہ ہر دم مچلتے ہیں
فردوس میں وہ حوروں کی گودی میں پلتے ہیں

چلائی بانو ہائے میرے نا مراد ہائے
کن جنگلوں میں بانو تمہیں ڈھونڈھنے کو جائے
تم گھٹنیوں بھی گھر میں ہمارے نہ چلنے پائے
خیمے سے جاکے شکل نہ ماں کو دکھانے آئے

مجھ سے بچھڑ کے پیاس کے مارے چلے گئے
کس ماں کی گود میں میرے پیارے چلے گئے

جھولا تمھارا خالی ہے کس کو جھلاؤں میں
دے دے کے لوریاں کسے شب کو سناؤں میں
تڑپے گا دل تو کس کو گلے سے لگاؤں میں
رکھ رکھ کے ہاتھ ہونٹوں پہ کس کو ہنساؤں میں

دادی کے پاس خلد میں تنہا چلے گئے
ہے ہے نہ ساتھ پالنے والی کو لے گئے

بانو کے اس بیان نے شہ کو رلا دیا
رخصت جو ہو کے رن میں گئے سر کٹا دیا
بس اے شریف حشر کا ساماں دکھا دیا
شیعوں نے آج اشکوں کا دریا بہا دیا

کر عرض شہ سے دل میرا خرسند کیجئے
اصغر کے صدقے سے کوئی فرزند دیجئے

لے کے ایک قافلہ غمزدہ سارباں چل رہا ہے
راہ پرخار پر بیکس و ناتواں چل رہا ہے

زنجیر اور دست لاغر کہاں گردن میں ڈالا ہے طوق گراں
پہنائی ہیں پاؤں میں بیڑیاں زخموں سے چھالوں کے ہیں خوں رواں
کر کے شکر خدا دین کا پاسباں چل رہا ہے

جن کے وسیلہ سے مشکل ٹلے باندھے ہیں ان کے رسن میں گلے
لوٹا انھیں ، ان کے خیمے جلے نازوں میں کل آل احمد پلے
آج وہ در بدر دشت میں کارواں چل رہا ہے

شبیر تو بے کفن رہ گئے لاشیں سبھی بے دفن رہ گئے
پامال تشنہ دہن رہ گئے رن میں شہیدوں کے تن رہ گئے
اور افسوس سر سب کا نوکِ سناں چل رہا ہے

عباس جیسے سہارے گئے عون و محمد سے پیارے گئے

برچھی سے اکبر بھی مارے گئے اصغر لحد میں اتارے گئے

پھول جو بچ گئے لے کے وہ باغباں چل رہا ہے

بول اے سکینہ اب آئیگا کون سینہ پے تجھکو سلائے گا کون

دریا سے اب پانی لائے گا کون چھینیگے دُر تو بچائے گا کون

غم نہ کر، غم نہ کر، ساتھ بھائی یہاں چل رہا ہے

بانو گلے سے لگائے کسے اور گود میں اب سلائے کسے

جھولا ہے خالی جھلائے کسے راتوں کو لوری سنائے کسے

کیا ہے اصغر نہیں ساتھ جھولا تو ماں چل رہا ہے

زینب ابھی ملک شام آئیگا رنج و الم گام گام آئیگا

ظالم کا دربار عام آئیگا زینب کو لاؤ پیام آئیگا

سوچتے سوچتے یہ امام زماں چل رہا ہے

جیسے تھے مولی برہان الہدی　　ہیں سیف دیں ویسے ہی باخدا
سو جاں سے ان پر حسامی فدا　　رکھنا سلامت انہیں رب سدا

قافلہ بالیقیں ان کا سوئے جناں چل رہا ہے